فکر و نظر ---- اسلام آباد		جلد : ۳۴ شمارہ : ۱

انتقادی مقالہ :

عنوان	:	مکاتیب مجاہد ملت (مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے خطوط کا مجموعہ)
مرتب	:	محمد صادق قصوری
ناشر	:	القمر انٹرپرائزز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
اشاعت	:	جون ۱۹۹۵ء (ط ۔ ا)، ۱۲۸ ص، مجلد، کمپیوٹر نستعلیق
مقالہ نگار	:	ڈاکٹر شیر محمد زمان ☆

زیر نظر کتاب کا دو زاویوں سے جائزہ لیا جا سکتا ہے، اولاً خطوط کے ایک مجموعے کی حیثیت سے اس کی تالیف و تدوین پر انتقادی نظر اور فنی لحاظ سے اس کے محاسن اور خامیوں کا جائزہ، اور ثانیاً مشمولہ مکاتیب کی تاریخی و ادبی ارزش۔ ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ۲۸ شخصیتوں کے نام کل ۴۹ خطوط کا یہ مجموعہ محنت و عقیدت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ مکاتیب مجاہد ملت کے مرتب و مدون جناب محمد صادق قصوری کو صاحب مکاتیب مولانا محمد عبدالستار خان نیازی سے جو عقیدت ہے وہ "حرف اول" (ص ۹) کے علاوہ حواشی کے بین السطور میں جا بجا جھلکتی نظر آتی ہے۔ ان خطوط کو محنت اور سلیقے کے ساتھ منظر عام پر لانے کے لئے مرتب کی محنت اور کاوش میں کوئی شبہ نہیں۔ جس لگن کے ساتھ انہوں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے، اس کے ثبوت میں وہ حواشی ہی کافی ہیں، جو انہوں نے مکاتیب میں مذکور شخصیات کے تعارف کے طور پر شامل کئے ہیں۔ جن اصحاب کو معاصرانہ تاریخ کے کسی موضوع پر تحقیقی کام کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی واقف ہوں گے کہ معاصرین کے احوال، بالخصوص ان کی تاریخ ولادت یا وفات کے بارے میں معلومات کا حصول کتنا مشکل کام ہے۔ ایسے سوانحی شذرات کی کل تعداد ۲۷ ہے۔ جن شخصیتوں کے بارے میں تعارفی معلومات (عموماً تاریخ وفات و ولادت سمیت) ان حواشی میں درج کی گئی ہیں ان میں سر سکندر حیات، مولوی غلام محی الدین، کے ایل گابا، پیر صاحب مانکی شریف، پیر محمد جماعت علی شاہ محدث علی پوری، اور مشہور صحافی م ۔ ش مرحوم جیسے اکابر شامل ہیں۔ بعض حواشی میں

☆ سابق ڈائریکٹر جنرل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

مرتب نے نیازی صاحب کی تحریر کی اصلاح کے لئے سعی مقبول بھی کی ہے مثلاً ایک خط (ص ۹۷) میں مولانا نے ایک قول "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" کو حدیث کے طور پر نقل کیا ہے، قصوری صاحب نے حاشیہ میں اس قول کے ترجمہ کے ساتھ جلال الدین سیوطیؒ کی "شرح الصدور" کا حوالہ دیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث پاک نہیں بلکہ حیان بن اسود کا قول ہے۔

فاضل مرتب کی محنت، عرق ریزی اور صلاحیت پر حرف گیری مقصود نہیں تاہم بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کرنے میں کوئی ہرج نہیں جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا جا سکتا تھا۔

خطوط کی ترتیب میں کوئی منطقی منہج اختیار نہیں کیا گیا۔ پہلے دس خطوط مسلم لیگ سے وابستہ ایک معروف طالب علم قائد کی حیثیت سے ۱۹۴۱ء کے چار وسطانی مہینوں میں قائداعظم محمد علی جناح کی خدمت میں تحریر کئے گئے، پھر بالترتیب "نوابزادہ لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، راجہ صاحب محمود آباد، مولانا مودودی، جنرل محمد ضیاء الحق، اور میاں محمد نواز شریف کے علاوہ مجید نظامی، نذیر ناجی، ارشاد احمد حقانی اور عبدالقادر حسن جیسے ممتاز صحافیوں کے نام خطوط بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں۔ ایک ہی شخصیت کے نام ایک سے زائد خطوط تاریخی ترتیب سے درج کئے گئے ہیں مگر مجموعی حیثیت سے مکاتیب کی ترتیب نہ تاریخی ہے، نہ مکتوب الیہم کے اسمائے گرامی کے لحاظ سے الفبائی ہے، نہ کوئی اور داعیہ ہی اس ترتیب میں کارفرما نظر آتا ہے۔ غالباً تمام خطوط کو تاریخی اعتبار سے مرتب کرنا زیادہ مناسب ہوتا۔ ہر خط کو ایک مسلسل نمبرشمار دیا جا سکتا تھا۔ مکتوب الیہان کی ابجدی ترتیب سے مرتبہ فہرست کے علاوہ اسماء کا اشاریہ بھی تحقیقی مطالعہ کے لئے سہولت کا باعث ہوتا۔

ہر قاری بالخصوص محقق یا باحث یہ جاننا چاہتا ہے کہ کسی تالیف میں منقولہ دستاویز کا متن مولف کو کہاں سے دستیاب ہوا۔ اس نشاندہی کے بغیر اس تالیف کی اعتباری حیثیت مجروح ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ مولف نے اس کا اہتمام نہیں کیا۔ بلاشبہ بعض خطوط کے ماخذ کا ذکر حاشیہ میں ضمناً آ گیا ہے، بالخصوص ایسے خطوط جو اس کتاب کا حصہ بننے سے پہلے کسی روزنامے میں شائع ہو چکے تھے، مثلاً مولانا کا مکتوب بنام عبدالقادر حسن (جنگ، ۴ فروری

۱۹۸۴ء۔ ص ۱۲۶)، بنام ارشاد احمد حقانی (جنگ، ۷ جولائی ۱۹۹۲ء ۔ ص ۱۲۵)، بنام نذیر ناجی (نوائے وقت ۔ ۹ اپریل ۱۹۹۲ء ۔ ص ۱۲۲)، بنام اعجاز سکندر نازش (ہفت روزہ الہام، ۲۸ مئی ۱۹۸۷ء ۔ ص ۱۰۱)، بنام مجید نظامی (نوائے وقت، ۲۶ ۱۹۸۹ء ۔ ص ۱۱۳)، بنام محمد نواز شریف (جنگ و نوائے وقت، ۵ مارچ ۱۹۹۱ء ۔ ص ۷۸) ۔ تاہم زیادہ تر اس اہم نکتے کا التزام نہیں کیا گیا۔

بعض خطوط انگریزی زبان میں لکھے گئے تھے۔ مرتب نے انہیں اردو کا لبادہ پہنایا ہے مگر کہیں اس اہم بات کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ قائداعظم کے نام لکھے ہوئے دسوں خطوط اور تار اس کی مثال ہیں۔ ان سب (۱) کا اصل انگریزی متن سرفراز حسین مرزا کی تالیف:

The Punjab Muslim Students Federation - Annotated Documentary Survey 1937 - 1947

(لاہور، ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، ۱۹۷۸ء) ۔ میں شائع ہو چکا ہے (۲) ۔ نوابزادہ لیاقت علی خان کے نام دونوں خطوط (ص ۳۵ ۔ ۳۸) اردو میں ہی لکھے گئے تھے اور ان کا اصل اردو متن بھی سرفراز مرزا کی کتاب میں شائع ہو چکا ہے (ص ۱۰۸ ۔ ۱۱۰) ۔ سیکرٹری مجلس استقبالیہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نام خط کا مکمل متن (ص ۵۳) بھی سرفراز مرزا کی کتاب (ص ۱۷۹۔ ۱۷۸) میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ یہ اہم شائع شدہ ماخذ زیر نظر کتاب کے مرتب کے سامنے نہیں رہا ہوگا۔ اس کا حوالہ دینے سے یقیناً کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا۔ انگریزی خطوط کا اردو ترجمہ کافی حد تک تسلی بخش ہے مگر نظر نکتہ شناس کے لئے ان تراجم اور مولانا کے اصل اردو مکاتیب میں امتیاز قطعاً مشکل نہیں۔ بعض مقامات کے ترجمے میں صحیح مفہوم ادا نہیں ہو سکا مثلاً قائداعظم کے نام خط مورخہ ۱۲/ جون ۱۹۴۱ء میں سر سکندر حیات کے رویہ کے بارے میں اپنے تاثرات کے اظہار کے بعد نیازی صاحب لکھتے ہیں۔

"Qa,id-i-Azam! in my previous letter I assured you that in the last resort we shall anyhow obey you as our general."

قصوری صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"قائداعظم! میں نے اپنے سابقہ خط میں آپ کو یقین دلایا تھا کہ ہم حتی الامکان آپ کو

اپنا سپہ سالار تصور کرتے ہوئے ہر طرح کی اطاعت کریں گے" اس ترجمہ سے یہ ترشح ہوتا ہے کہ قائداعظم کے حکم سے تجاوز کی گنجائش بھی موجود ہے۔ حالانکہ انگریزی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ انجام کار تو ہم ہر حال میں اپنے سالار کی حیثیت سے آپ کی اطاعت کریں گے۔

کتاب کا عنوان مکاتیب مجاہد ملت ہے' اس لئے مولانا کے نام دوسری مقتدر شخصیتوں کے خطوط اس میں جگہ نہیں پا سکتے تھے تاہم خاص استثنائی صورتوں میں اس اصول سے پسندیدہ انحراف ممکن تھا۔ مثلاً قائداعظم نے مولانا کو جواباً جو خطوط لکھے انھیں مناسب حوالے کے ساتھ بطور ملحق درج کر دینے سے خطوط کا سیاق و سباق بھی واضح ہو جاتا اور مولانا کی شخصیت اور قد کاٹھ بھی (۳)

خطوط کے متن کے اندر مرتب نے بعض وضاحتی اضافے قوسین کے اندر کئے ہیں (۹۹ص)۔ ایسے اضافے قوسین کی بجائے [ ] کے اندر ہونے چاہئیں۔

کتاب کی طباعت کمپیوٹر نستعلیق میں خاصی پسندیدہ ہے مگر غلطیاں بھی خاصی ہیں۔ بعض مقامات پر تو غالباً مرتب سے ہی سہو ہوا ہے' مثلاً ص ۲۱ پر قائداعظم کے نام خط کی تاریخ ۱۴ مئی ۱۹۴۱ء درج کی گئی ہے' جو دراصل ۱۶ مئی ہے۔ سرفراز مرزا کی کتاب کے علاوہ خود زیر نظر کتاب کے ص ۲۳ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کمپیوٹر کی غلطیوں کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

آسانیں سے (آسانی سے)' ص ۳۱ مسولات(؟)' ص ۴۹' (مبتذل)' ص ۶۶' بالمشافہ (بالمشافہہ)' ص ۸۵' مرسلہ (مراسلہ)' ص ۹۸' دعوی کی سربیزر(؟) و برآمدگی' ص ۱۰۰' مجی (محی)' ص ۱۰۰' نوازند (بنوازند)' ص ۱۰۴ بولسی (بولیسی)' ص ۱۰۵' باکل (بالکل)' ص ۱۰۵' مذعومہ (مزعومہ)' ص ۱۱۴۔

انگریزی الفاظ کی کمپوزنگ میں اکثر غلطی ہوئی ہے مثلاً ص ۸۲ پر

(Summum bonnum) Summum Bokmum - (Proletariat) Prolitarot؛

Demo(massbos)cracy (?)

جہاں تک ان مکاتیب کی تاریخی و ادبی اہمیت کا تعلق ہے تو یہ بات بے خطر کہی جا سکتی ہے کہ یہ تمام خطوط تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے بعد وطن عزیز کی تاریخ کے لئے نہایت وقیع دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بعض غالباً پہلی بار شائع ہو رہے ہیں جس سے

اس مجموعے کی تاریخی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ مجید نظامی کے نام خط میں قائداعظمؒ کے اس مکتوب کی نقل بھی شامل ہے جو انہوں نے پیر سید جماعت علی شاہ صاحبؒ کے نام ارسال فرمایا (ص ۱۰۸۔۱۱۱) ' یہ خط اور اس پر پیر صاحب کا تبصرہ دونوں تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

اسلام سے والہانہ وابستگی اور اظہار حق کی رندانہ جرأت شروع سے ہی مولانا کی شخصیت کا طرہ امتیاز رہے ہیں۔ حق گوئی و بے باکی کا یہ وصف قائداعظم کے نام ان کے خطوط میں بھی مکتوب الیہ کے ساتھ ان کی عقیدت و محبت کے پہلو بہ پہلو نظر آتا ہے۔ مثلاً اپنے خط مورخہ ۱۲/جون ۱۹۴۱ء میں قائداعظم کے حکم کی بجا آوری کی یقین دہانی کرانے کے ساتھ بلا خوف و خطر اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتے (ص ۳۲)۔ وہ ایک ممتاز عالم دین اور جرأت مند مجاہد ہی نہیں بلکہ سیاسی گفت و شنید اور مراسلت میں دستوری و قانونی موشگافیوں اور باریکیوں سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ مسلم لیگ کی رکنیت کی بنیادی شرط کے طور پر ختم نبوت کے صریح اقرار کے بارے میں خواجہ ناظم الدین کے ساتھ ان کی مراسلت اس پر شاہد ہے (ص ۳۸۔۳۹)۔ سیاسی جدوجہد میں اپنے موقف پر استقامت اور سمجھوتہ کر لینے کے رائج الوقت سکہ سے نفوران کا امتیازی وصف رہا ہے۔ ایک طالب علم قائد کی حیثیت سے میاں بشیر احمد' ایڈیٹر ہمایوں' جیسے ممتاز مسلم لیگی قائد کے "مصالحانہ" رویہ سے ان کی بغاوت (مراسلہ مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء بنام راجہ صاحب محمود آباد ص ۵۰ ۔ ۵۱)' مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ قرآن (کنز الایمان) پر عرب امارات میں پابندی کے سلسلہ میں جنرل محمد ضیاء الحق کے نام خط (ص ۶۴۔۷۴) اور مدلل شہادتوں کے ساتھ ساتھ صاف گوئی اور جرأت مندانہ صراحت بیان' اسی طرح عرب امارات' کویت' حکومت عربیہ سعودیہ کے سفراء کے نام خطوط میں اس پابندی کی تنسیخ کا مطالبہ' عراق کے مسئلہ پر وزیراعظم محمد نواز شریف (ص ۷۷۔۷۸) کے معذرت خواہانہ رویہ سے کھلم کھلا اختلاف' اس کی چند مثالیں ہیں۔

مولانا کے اردو مکاتیب علمی و ادبی لحاظ سے بھی ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق کے نام ان کا خط کنز الایمان کے صوری و معنوی محاسن پر ایک عالمانہ محاکمہ کی حیثیت رکھتا ہے (ص ۶۴۔۷۳)۔ جن لوگوں کو مولانا کی تقاریر سننے کا موقع ملا ہے وہ بالاتفاق حکیم الامت علامہ اقبالؒ سے ان کی عقیدت اور کلام اقبال کے بارے میں ان کے حافظہ و استحضار کے قائل

ہی نہیں مداح بھی ہیں۔ اس کے شواہد اکثر خطوط میں تابندہ ستاروں کی طرح منتشر ہیں۔ مولانا کی نثر صراحت بیان کے ساتھ ادبی شکوہ کی حامل ہے۔ ظاہر ہے اس میں خطوط غالب کی سادگی اور بے ساختگی تلاش کرنے والوں کو مایوسی ہو گی۔ اعجاز سکندر نازش صاحب کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اخبارات میں مراسلہ گھسیٹنا آسان ہے' جگر کا خون کر کے چشم دل کی بصارت کا سامان کرنے والے یوں نہیں کیا کرتے۔ مردان کار خارہ شگافی' خارہ گدازی کی مشکل پسندی کو اختیار کرتے ہیں۔ قلم کی گلکاریوں سے صفحہ قرطاس کی زیبائش کو روا نہیں رکھتے" (ص ۹۹)

اسی خط کے یہ اقتباسات بھی قابل ملاحظہ ہیں:

"ہمارا نمائندہ' قانون اور آئین کے مطابق حلقے کا بدستور نمائندہ ہے۔ جب زندانی زادگان فرنگ ہوتے ہوئے بھی نمائندہ تھا تو اب بدرجہ اولی نمائندہ ہے"

"ایم ایل اے صاحبان صرف اپنے لگے بندھوں کے کام کرتے ہیں' صوبہ کے بے وسیلہ حاجت مندوں کی پٹاس بھی مجھ پر پڑتی ہے' یوں جبری نوافل بھی ادا کرنے پڑے"

"اب تو لومۃ لائم سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ اخبارات میں غلط بیانی یا تعریف اب میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ محبی فضل صاحب نے آپ کے احساس شدید کا بار بار تذکرہ کیا' اس لئے قلم کی سیاہی بطور سرمہ چشم بصیرت پیش کی ہے" (ص ۱۰۰ - ۱۰۱)

بعض تراکیب میں اگر ثقل کا احساس ہو تو یہ اعتراف بھی کرنا چاہئے کہ ان میں جدت و ندرت کے ساتھ بھرپور قوت اظہار بھی موجود ہے۔

مجموعی حیثیت سے یہ کتاب ایک تاریخی وثیقہ ہی نہیں' ادبی ذوق رکھنے والوں کے لئے دلچسپ مطالعہ بھی ہے۔

حواشی

۱۔ بہ استثناء مکتوب مورخہ ۴/ اگست ۱۹۴۱ء (ص ۲۹ ۔ ۳۰)، جو سرفراز مرزا کی کتاب میں شامل نہیں ہے۔

۲۔ سرفراز مرزا، مصدر مذکور، ص ۲۸ تا ۳۱، و ۳۳ تا ۳۶۔

۳۔ مثال کے طور پر سرفراز مرزا کی محولہ بالا کتاب میں قائداعظم کا مکتوب مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۴۱ء (ص ۳۰۔۳۱) نیازی صاحب کے خط مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء کے جواب میں؛ مورخہ ۱۴ جون ۱۹۴۱ء (ص ۳۳) نیازی صاحب کے خط مورخہ ۶ جون ۱۹۴۱ء کے جواب میں؛ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء (ص ۴۱۔ ۴۲)، نیازی صاحب کے خط مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۱ء کے جواب میں؛ اور مورخہ ۸ اگست ۱۹۴۱ء (ص ۴۲) نیازی صاحب کے خط مورخہ ۴ اگست ۱۹۴۱ء کے جواب میں۔